 ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃُ البقرۃ

آیات ۲۲۲ تا ۲۲۸

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي
الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ
حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾
نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا
لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾
وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ
النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ
وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ
يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ
يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ
بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾﴾

آیت ۲۲۲ ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ﴾ ''اور وہ عورتوں کی ماہواری کے

بارے میں آپؐ سے سوال کر رہے ہیں۔"

﴿قُلْ هُوَ اَذًى﴾ "کہہ دیجیے وہ ایک ناپاکی بھی ہے اور ایک تکلیف کا مسئلہ بھی ہے"

﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ "تو حیض کی حالت میں عورتوں سے علیحدہ رہو"

﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ "اور ان سے مقاربت نہ کرو یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔"

﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ "پھر جب وہ خوب پاک ہو جائیں تو اب ان کی طرف جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔"

معلوم ہوا کہ بدیہیاتِ فطرت اللہ تعالیٰ کے اوامر میں شامل ہیں۔ عورتوں کے ساتھ مجامعت کا طریقہ انسان کو فطری طور پر معلوم ہے' یہ ایک امر طبعی ہے۔ ہر حیوان کو بھی جبلی طور پر معلوم ہے کہ اسے اپنی مادّہ کے ساتھ کیسا تعلق قائم کرنا ہے۔ لیکن اگر انسان فطری طریقہ چھوڑ کر غیر فطری طریقہ اختیار کرے اور عورتوں کے ساتھ بھی قومِ لوط والا عمل کرنے لگے تو یہ حرام ہے۔ صحیح راستہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری فطرت میں ڈالا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ "یقیناً اللہ محبت کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں سے اور محبت کرتا ہے بہت پاکبازی اختیار کرنے والوں سے۔"

ان سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں سے دور رہتے ہیں۔

آیت ۲۲۳ ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ "تمہاری بیویاں تمہارے لیے بمنزلہ کھیتی ہیں۔"

جیسے کھیت میں بیج بوتے ہو' پھر فصل کاٹتے ہو' اسی طرح بیویوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد عطا کرتا ہے۔

﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ "تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔"

تم اپنی کھیتی میں جدھر سے چاہو آؤ' تمہارے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے' آگے سے یا

داہنی طرف سے یا بائیں طرف سے‘ جدھر سے بھی چاہو‘ مگر یہ ضرور ہے کہ تخم ریزی اسی خاص جگہ میں ہو جہاں سے پیداوار کی امید ہو سکتی ہے۔

﴿وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ﴾ ”اور اپنے آگے کے لیے سامان کرو۔“

یعنی اپنے مستقبل کی فکر کرو اور اپنی نسل کو آگے بڑھانے کی کوشش کرو۔ اولاد انسان کا اثاثہ ہوتی ہے اور بڑھاپے میں اس کا سہارا بنتی ہے۔ آج تو الٹی گنگا بہائی جا رہی ہے اور اولاد کم سے کم پیدا کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے‘ جبکہ ایک زمانے میں اولاد عصائے پیری شمار ہوتی تھی۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ﴾ ”اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ تمہیں اس سے مل کر رہنا ہے۔“

نوٹ کیجیے کہ قرآن حکیم میں شریعت کے ہر حکم کے ساتھ تقویٰ کا ذکر بار بار آ رہا ہے۔ اس لیے کہ کسی قانون کی لاکھ پیروی کی جا رہی ہو مگر تقویٰ نہ ہو تو وہ قانون مذاق بن جائے گا‘ کھیل تماشا بن جائے گا۔ اس کی بعض مثالیں ابھی آئیں گی۔

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”اور (اے نبی ﷺ!) اہل ایمان کو بشارت دے دیجیے۔“

آیت ۲۲۴ ﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ﴾ ”اور اللہ کے نام کو تختۂ مشق نہ بنا لو اپنی قسموں کے لیے“

﴿اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ﴾ ”کہ بھلائی نہ کرو گے‘ پرہیزگاری نہ کرو گے اور لوگوں کے درمیان صلح نہ کراؤ گے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے عظیم نام کو استعمال کرتے ہوئے ایسی قسمیں مت کھاؤ جو نیکی و تقویٰ اور مقصدِ اصلاح کے خلاف ہوں۔ کسی وقت غصے میں آ کر آدمی قسم کھا بیٹھتا ہے کہ میں فلاں شخص سے کبھی حسن سلوک اور بھلائی نہیں کروں گا‘ اس سے روکا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کی قسم کھالی تھی۔ مِسطح ایک غریب مسلمان تھے‘ جو آپؓ کے قرابت دار بھی تھے۔ ان کی آپؓ مدد کیا کرتے تھے۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو مِسطح بھی اُس آگ کے بھڑکانے والوں میں شامل ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے

طرزِ عمل سے بہت رنجیدہ خاطر ہوئے کہ میں تو اس کی سرپرستی کرتا رہا اور یہ میری بیٹی پر تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گیا۔ آپؓ نے قسم کھائی کہ اب میں کبھی اس کی مدد نہیں کروں گا۔ یہ واقعہ سورۃ النور میں آئے گا۔ مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم ایسا نہ کرو، تم اپنی نیکی کے دروازے کیوں بند کرتے ہو؟ جس نے ایسی قسم کھالی ہے وہ اس قسم کو کھول دے اور قسم کا کفارہ دے دے۔ اسی طرح لوگوں کے مابین مصالحت کرانا بھی ضروری ہے۔ دو بھائیوں کے درمیان جھگڑا تھا، آپ نے مصالحت کی کوشش کی لیکن آپ کی بات نہیں مانی گئی، اس پر آپ نے غصے میں آ کر کہہ دیا کہ اللہ کی قسم، اب میں ان کے معاملے میں دخل نہیں دوں گا۔ اس طرح کی قسمیں کھانے سے روکا گیا ہے۔ اور اگر کسی نے ایسی کوئی قسم کھائی ہے تو وہ اسے توڑ دے اور اس کا کفارہ دے دے۔

﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔''

آیت ۲۲۵ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں کرے گا تم سے تمہاری بے معنی قسموں پر (جو تم عزم وارادہ کے بغیر کھا بیٹھتے ہو)''

عربوں کا اندازِ گفتگو اس طرح کا ہے کہ وَاللہِ، باللہ کے بغیر ان کا کوئی جملہ شروع ہی نہیں ہوتا۔ اس سے درحقیقت ان کی نیت قسم کھانے کی نہیں ہوتی بلکہ یہ ان کا گفتگو کا ایک اسلوب ہے۔ اس طرح کی قسموں پر مؤاخذہ نہیں ہے۔

﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ ''لیکن ان قسموں پر تم سے ضرور مؤاخذہ کرے گا جو تم نے اپنے دلی ارادے کے ساتھ کھائی ہوں۔''

ایسی قسموں کو توڑو گے تو کفارہ دینا ہو گا۔ کفارے کا حکم سورۃ المائدۃ میں بیان ہوا ہے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ سورۃ البقرۃ میں شریعت اسلامی کا ابتدائی خاکہ دے دیا گیا ہے اور اس کے تکمیلی احکام کچھ سورۃ النساء میں اور کچھ سورۃ المائدۃ میں بیان ہوئے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ بخشنے والا اور حلیم ہے۔''

وہ بہت درگزر کرنے والا اور بُردبار ہے۔ وہ فوراً نہیں پکڑتا، بلکہ اصلاح کی مہلت دیتا ہے۔

آیت ۲۲۶ ﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ﴾ ''جو لوگ اپنی بیویوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔''

اگر کوئی مرد کسی وقت ناراض ہو کر یا غصے میں آ کر یہ قسم کھا لے کہ اب میں اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا' اس سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا' تو یہ ایلاء کہلاتا ہے۔ خود آنحضور ﷺ نے بھی اپنی ازواجِ مطہرات سے ایلاء فرمایا تھا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے عرض کیا تھا کہ اب عام مسلمانوں کے ہاں بھی خوشحالی آ گئی ہے تو ہمارے ہاں یہ تنگی اور سختی کیوں ہے؟ اب ہمارے بھی نفقات بڑھائے جائیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے ایلاء کیا۔ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ عام طور پر ہوتا یہ تھا کہ لوگ قسم تو کھا بیٹھتے تھے کہ بیوی کے پاس نہ جائیں گے' مگر بعد میں اس پر پچھتاتے تھے کہ کیا کریں۔ اب وہ بیوی بے چاری معلق ہو کر رہ جاتی۔ اس آیت میں ایلاء کی مہلت مقرر کر دی گئی کہ زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک انتظار کیا جا سکتا ہے۔

﴿فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''پس اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا' مہربان ہے۔''

ان چار ماہ کے دوران اگر وہ اپنی قسم کو ختم کریں اور رجوع کر لیں' تعلق زن و شو قائم کر لیں تو اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

آیت ۲۲۷ ﴿وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اگر وہ طلاق کا ارادہ کر چکے ہوں تو اللہ سننے والا' جاننے والا ہے۔''

یعنی چار ماہ کا عرصہ گزر جانے پر شوہر کو بہرحال فیصلہ کرنا ہے کہ وہ یا تو رجوع کرے یا طلاق دے۔ اب عورت کو مزید معلق نہیں رکھا جا سکتا۔ رجوع کی صورت میں چونکہ قسم توڑنا ہو گی لہٰذا اس کا کفارہ ادا کرنا ہو گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ حکم جاری کیا تھا کہ جو لوگ جہاد کے لیے گھروں سے دور گئے ہوں انہیں چار ماہ بعد لازمی طور پر گھر بھیجا جائے۔ آپؓ نے یہ حکم غالباً اسی آیت سے استنباط کرتے ہوئے جاری فرمایا تھا۔ اس کے لیے آپؓ نے اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشاورت بھی فرمائی تھی۔ اگرچہ آپؓ کا حضرت حفصہؓ سے باپ بیٹی کا رشتہ ہے' مگر دین کے معاملات میں شرم و حیا آڑے نہیں آتی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ﴾ (الاحزاب: ۵۳) ''اور اللہ شرماتا نہیں حق بات بتلانے میں''۔ آپؓ نے ان سے پوچھا کہ ایک عورت کتنا عرصہ اپنی عفت و عصمت کو سنبھال کر اپنے شوہر کا انتظار کر سکتی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے کہا چار ماہ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے مجاہدین کے بارے میں یہ حکم جاری فرما دیا کہ انہیں چار ماہ سے زیادہ گھروں سے دُور نہ

رکھا جائے۔

آیت ۲۲۸ ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ﴾ ''اور جن عورتوں کو طلاق دے دی جائے اُن پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔''

طلاق کے بعد عورت کے لیے تین حیض کی عدت ہے۔ اس عدت میں شوہر چاہے تو رجوع کر سکتا ہے' اگر اس نے ایک یا دو طلاقیں دی ہوں۔ البتہ تیسری طلاق کے بعد رجوع کا حق نہیں ہے۔ طلاقِ رجعی کے بعد بھی اگر عدت ختم ہو جائے تو اب شوہر کا رجوع کا حق ختم ہو جائے گا اور عورت آزاد ہو گی۔ لیکن اس مدت کے اندر وہ دوسری شادی نہیں کر سکتی۔

﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ﴾ ''اور اُن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے ارحام میں جو کچھ پیدا کر دیا ہو وہ اسے چھپائیں''

﴿اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ﴾ ''اگر وہ فی الواقع اللہ اور یومِ آخر پر ایمان رکھتی ہیں۔''

تین حیض کی مدت اسی لیے مقرر کی گئی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ عورت حاملہ ہے یا نہیں۔ اگر عورت حاملہ ہو لیکن وہ اپنا حمل چھپا رہی ہو تاکہ اس کے پیٹ میں پلنے والا اس کا بچہ اس کے پاس ہی رہے' تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔

﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ﴾ ''اور ان کے شوہر اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں لوٹا لیں اس عدت کے دوران میں اگر وہ واقعۃً اصلاح چاہتے ہوں۔''

اسے رجعت کہتے ہیں۔ شوہروں کو حق حاصل ہے کہ وہ عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتے ہیں' لیکن یہ حق تیسری طلاق کے بعد حاصل نہیں رہتا۔ پہلی یا دوسری طلاق کے بعد عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کو اس کا اختیار حاصل ہے کہ وہ رجوع کر لے۔ اس پر بیوی کو انکار کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم تو مجھے طلاق دے چکے ہو' اب میں تمہاری بات ماننے کو تیار نہیں ہوں۔

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠﴾ ''اور عورتوں کے لیے اسی طرح حقوق ہیں جس طرح ان پر ذمہ داریاں ہیں دستور کے مطابق۔''

یعنی ان کے لیے جو حقوق ہیں وہ ان کی ذمہ داریوں کی مناسبت سے ہیں۔

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ﴾ ''اور مردوں کے لیے ان پر ایک درجہ فوقیت کا ہے۔''

﴿وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے' حکمت والا ہے۔''

اس زمانے میں اس آیت کی بہت غلط تعبیر بھی کی گئی ہے اور اس سے مساواتِ مَرد وزن کا فلسفہ ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض مترجمین نے ﴿وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِىۡ عَلَيۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ ''عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے اُن پر حقوق ہیں''۔ یہ ترجمہ درست نہیں ہے' اس لیے کہ اسلامی شریعت میں مرد اور عورت کے درمیان یعنی شوہر اور بیوی کے درمیان مساوات نہیں ہے۔ اس آیت کا مفہوم سمجھنے کے لیے عربی میں ''لِ'' اور ''عَلٰی'' کا استعمال معلوم ہونا چاہیے۔ ''لِ'' کسی کے حق کے لیے اور ''عَلٰی'' کسی کی ذمہ داری کے لیے آتا ہے۔ چنانچہ اس ٹکڑے کا ترجمہ اس طرح ہوگا: لَهُنَّ ''ان کے لیے حقوق ہیں''۔ مِثۡلُ الَّذِىۡ عَلَيۡهِنَّ ''جیسی کہ ان پر ذمہ داریاں ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے جیسی ذمہ داری مَرد پر ڈالی ہے ویسے حقوق اس کو دیے ہیں اور جیسی ذمہ داری عورت پر ڈالی ہے اُس کی مناسبت سے اس کو بھی حقوق دے دیے ہیں۔ اور اس بات کو کھول دیا کہ ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ﴾ یعنی مردوں کو اُن پر ایک درجہ فوقیت کا حاصل ہے۔ اب مساوات کیونکر ہو سکتی ہے؟ آخر میں فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے' حکمت والا ہے۔''

خواہ تمہیں یہ بات پسند ہو خواہ ناپسند ہو' یہ اُس کا حکم ہے۔ وہ عزیز ہے' زبردست ہے' جو چاہے حکم دے۔ اور حکیم ہے' حکمت والا ہے' اس کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہے۔

اس آیت میں جو مضمون بیان ہوا ہے اس پر قدرے تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے۔ دیکھئے' انسانی تمدن کا اہم ترین اور بنیادی ترین مسئلہ کیا ہے؟ ایک ہے انسانی زندگی کا مسئلہ۔ انسانی زندگی کا سب سے پہلا مسئلہ تو وہی ہے جو حیوانی زندگی کا بھی ہے' یعنی اپنی مادی ضروریات۔ ہر حیوان کی طرح انسان کے ساتھ بھی پیٹ لگا ہوا ہے جو کھانے کو مانگتا ہے۔ لیکن اس کے بعد جب دو انسان ملتے ہیں اور اس سے تمدن کا آغاز ہوتا ہے تو اس کا سب سے بڑا مسئلہ انسان کی شہوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دو جنسیں بنا دی ہیں اور ان دونوں کے مابین تعلق سے

نسل آگے چلتی ہے۔ اب اس معاملے کو کیسے منظم کیا جائے' اس کی کیا حدود و قیود ہوں؟ یہ جذبہ واقعۃً بہت زور آور (potent) ہے۔ اس کے بارے میں فرائیڈ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل بے بنیاد نہیں ہے۔ بس یوں سمجھئے کہ اس نے ذرا زیادہ مرچ مسالا لگا دیا ہے' ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کا جنسی جذبہ نہایت قوی اور زور آور جذبہ ہے۔ اور جو شے جتنی قوی ہو اسے حدود میں رکھنے کے لیے اس پر اسی قدر زیادہ قدغنیں عائد کرنی پڑتی ہیں۔ کوئی گھوڑا جتنا منہ زور ہو اتنا ہی اسے لگام دینا آسان نہیں ہوتا' اس کے لیے پُرمشقت کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ اگر اس جنسی جذبے کو بے لگام چھوڑ دیا جاتا تو تمدن میں فساد ہو جاتا۔ لہٰذا اس کے لیے شادی کا معاملہ رکھا گیا کہ ایک عورت کا ایک مرد کے ساتھ رشتہ قائم ہو جائے' سب کو معلوم ہو کہ یہ اس کی بیوی ہے یہ اس کا شوہر ہے' تاکہ اس طرح نسب کا معاملہ بھی چلے اور ایک خاندانی ادارہ وجود میں آئے۔ ورنہ آزاد شہوت رانی (free sex) سے تو خاندانی ادارہ وجود میں آ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ نکاح کے ذریعے ازدواجی بندھن کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سکھایا اور اس طرح خاندانی ادارہ وجود میں آیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس ادارے میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں؟ اس نظریے سے بڑی حماقت اور کوئی نہیں ہے۔ اس لیے کہ سیدھی سی بات ہے کہ کسی بھی ادارے کے دو برابر کے سربراہ نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ کسی محکمے کے دو ڈائریکٹر بنا دیں تو وہ ادارہ تباہ ہو جائے گا۔ اوپر مینیجنگ ڈائریکٹر ایک ہی ہو گا' اس کے نیچے آپ دس ڈائریکٹر بھی بنا دیں تو کوئی حرج نہیں۔ کسی ادارے کا جنرل مینیجر ایک ہی ہو گا' اس کے ماتحت آپ ہر شعبے کا ایک مینیجر بنا دیجیے۔ کسی بھی ادارے میں اگر نظم قائم کرنا ہے تو اس کا چوٹی (top) کا سربراہ ایک ہی ہونا چاہیے۔ لہٰذا جب ایک مرد اور ایک عورت سے ایک خاندانی ادارہ وجود میں آئے تو اس کا سربراہ کون ہو گا —— مرد یا عورت؟ مرد اور عورت انسان ہونے کے ناطے بالکل برابر ہیں' ایک ہی باپ کے نطفے سے بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی۔ ایک ہی ماں کے رحم میں بہن نے بھی پرورش پائی ہے اور بھائی نے بھی۔ لہٰذا اس اعتبار سے شرفِ انسانیت میں' نوعِ انسانیت کے فرد کی حیثیت سے' دونوں برابر ہیں۔ لیکن جب ایک مرد اور ایک عورت مل کر خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں تو اب یہ برابر نہیں رہے۔ جیسے انسان سب برابر ہیں' لیکن ایک دفتر میں چپڑاسی اور افسر برابر نہیں ہیں' ان کے الگ الگ اختیارات اور فرائض ہیں۔

قرآن حکیم میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ جو احکام دیے گئے ہیں وہ خاندانی نظام اور عائلی معاملات ہی سے متعلق ہیں۔ اس لیے کہ انسانی تمدن کی جڑ بنیاد یہی ہے۔ یہاں سے خاندان بنتا ہے اور خاندانوں کے اجتماع کا نام معاشرہ ہے۔ پاکستانی معاشرے کی مثال لے لیجیے۔ اگر ہماری آبادی اِس وقت چودہ کروڑ ہے اور آپ ایک خاندان کے سات افراد شمار کر لیں تو ہمارا معاشرہ دو کروڑ خاندانوں پر مشتمل ہے۔ خاندان کا ادارہ مستحکم ہوگا تو معاشرہ مستحکم ہو جائے گا۔ خاندان کے ادارے میں صلاح اور فلاح ہوگی تو معاشرے میں بھی صلاح وفلاح نظر آئے گی۔ اگر خاندان کے ادارے میں فساد‘ بے چینی‘ ظلم اور ناانصافی ہوگی‘ میاں اور بیوی میں جھگڑے ہو رہے ہوں گے تو پھر وہاں اولاد کی تربیت صحیح نہیں ہو سکتی‘ ان کی تربیت میں یہ منفی چیزیں شامل ہو جائیں گی اور اسی کا عکس پورے معاشرے پر پڑے گا۔ چنانچہ خاندانی ادارے کی اصلاح اور اس کے استحکام کے لیے قرآن مجید میں بڑی تفصیل سے احکام دیے گئے ہیں‘ جنہیں عائلی قوانین کہا جاتا ہے۔

اس ضمن میں طلاق ایک اہم معاملہ ہے۔ اس میں مرد اور عورت کو برابر کا اختیار نہیں دیا گیا۔ جہاں تک شادی کا تعلق ہے اس میں عورت کی رضامندی ضروری ہے‘ اسے شادی سے انکار کرنے کا حق حاصل ہے‘ اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ایک مرتبہ جب وہ نکاح میں آ گئی ہے تو اب شوہر کا پلڑا بھاری ہے‘ وہ اسے طلاق دے سکتا ہے۔ اگر ظلم کے ساتھ دے گا تو اللہ کے ہاں جواب دہی کرنی پڑے گی اور پکڑ ہو جائے گی۔ لیکن بہرحال اسے اختیار حاصل ہے۔ عورت خود طلاق نہیں دے سکتی‘ البتہ طلاق حاصل کر سکتی ہے‘ جسے ہم ''خلع'' کہتے ہیں۔ وہ عدالت کے ذریعے سے یا خاندان کے بڑوں کے ذریعے سے خلع حاصل کر سکتی ہے‘ لیکن اسے مرد کی طرح طلاق دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مرد نے ایک یا دو طلاقیں دے دیں اور ابھی عدت پوری نہیں ہوئی تو اسے رجوع کا حق حاصل ہے۔ اس پر عورت انکار نہیں کر سکتی۔ یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جو موجودہ زمانے میں خواتین کو اچھی نہیں لگتیں۔ اس لیے کہ آج کی دنیا میں مساواتِ مرد و زن کا فلسفہ شیطان کا سب سے بڑا فلسفہ اور معاشرے میں فتنہ وفساد اور گندگی پیدا کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اور اب ہمارے ایشیائی ممالک خاص طور پر مسلمان ممالک میں خاندانی نظام کی جو بچی کھچی شکل باقی رہ گئی ہے اور جو کچھ رہی سہی اقدار موجود ہیں انہیں تباہ و برباد کرنے کی سرتوڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ قاہرہ کانفرنس اور بیجنگ

کانفرنس کا مقصد یہی ہے کہ ایشیا کا مشرق اور مغرب دونوں طرف سے گھیراؤ کیا جائے تا کہ یہاں کی عورت کو آزادی دلائی جائے۔ مرد و عورت کی مساوات اور عورتوں کی آزادی (emancipation) کے نام پر ہمارے خاندانی نظام کو اسی طرح برباد کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس طرح ان کے ہاں برباد ہو چکا ہے۔ امریکی صدر بل کلنٹن نے اپنے سالِ نو کے پیغام میں کہا تھا کہ جلد ہی ہماری قوم کی اکثریت ''حرام زادوں'' (born without any wedlock) پر مشتمل ہوگی۔ وہاں اب محض ''one parent family'' رہ گئی ہے۔ ماں کی حیثیت باپ کی بھی ہے اور ماں کی بھی۔ وہاں کے بچے اپنے باپ کو جانتے ہی نہیں۔ اب وہاں ایک مہم زور و شور سے اٹھ رہی ہے کہ ہر انسان کا حق ہے کہ اسے معلوم ہو کہ اس کا باپ کون ہے۔ یہ عظیم تباہی ہے جو مغربی معاشرے پر آ چکی ہے اور ہمارے ہاں بھی لوگ اس معاشرے کی نقالی اختیار کر رہے ہیں اور یہ نظریۂ مساواتِ مرد و زن بہت ہی تابناک اور خوشنما الفاظ کے ساتھ سامنے آ رہا ہے۔

البتہ اس معاملے کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے۔ اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دیے ہیں بدقسمتی سے ہم مسلمانوں نے وہ بھی ان کو نہیں دیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ذہنوں پر ابھی تک ہمارا ہندوانہ پس منظر مسلط ہے اور ہندوؤں کے معاشرے میں عورت کی قطعاً کوئی حیثیت ہی نہیں۔ وراثت کا حق تو بہت دور کی بات ہے' اسے تو اپنے شوہر کی موت کے بعد زندہ رہنے کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔ اسے تو شوہر کی چتا کے ساتھ ہی جل کر ستی ہو جانا چاہیے۔ گویا اس کا تو کوئی قانونی وجود (legal entity) ہے ہی نہیں۔ ہمارے آباء و اَجداد مسلمان تو ہو گئے تھے' لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کی تربیت نہیں ہو سکی تھی' لہٰذا ہمارے ذہنوں پر وہی ہندوانہ تصورات مسلط ہیں کہ عورت تو مرد کے پاؤں کی جوتی کی طرح ہے۔ یہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں کہ ان کے جائز حقوق بھی ان کو نہیں دیتے' اس کے نتیجے میں ہم اپنے اوپر ہونے والی مغربی یلغار کو مؤثر کرنے میں خود مدد دے رہے ہیں۔ اگر ہم اپنی خواتین کو وہ حقوق نہیں دیں گے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کے لیے مقرر کیے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ آزادیٔ نسواں' حقوقِ نسواں اور مساواتِ مرد و زن جیسے خوش نما عنوانات سے جو دعوت اٹھی ہے وہ لازماً انہیں کھینچ کر لے جائے گی۔ لہٰذا اس طرف بھی دھیان رکھیے۔ ہمارے ہاں دین دار گھرانوں میں خاص طور پر عورتوں کے حقوق نظر انداز ہوتے ہیں۔ اس کو سمجھنا چاہیے کہ اسلام

میں عورتوں کے کیا حقوق ہیں اور ان کی کس قدر دلجوئی کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي))(۱) ''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھے ہوں۔ اور جان لو کہ میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں''۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک ہو' ان کی دلجوئی ہو' ان کے احساسات کا بھی پاس کیا جائے۔ البتہ جہاں دین اور شریعت کا معاملہ آ جائے وہاں کسی لچک کی گنجائش نہ ہو' وہاں آپ شمشیر برہنہ ہو جائیں اور صاف صاف کہہ دیں کہ یہ معاملہ دین کا ہے' اس میں مَیں تمہاری کوئی رعایت نہیں کر سکتا' ہاں اپنے معاملات کے اندر میں ضرور نرمی کروں گا۔

اس ساری بحث کو ذہن میں رکھیے۔ ہمارے جدید دانشور اس آیت کے درمیانی الفاظ کو تو لے لیتے ہیں: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ اور اس سے مساواتِ مَرد و زن کا مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں' لیکن ان سے پہلے والے الفاظ ﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ﴾ اور بعد والے الفاظ ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ سے صرفِ نظر کر لیتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل بالکل غلط ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت سے جو خاندانی ادارہ وجود میں آتا ہے' اسلام اس کا سربراہ مرد کو ٹھہراتا ہے۔ یہ فلسفہ زیادہ وضاحت سے سورۃ النساء میں بیان ہو گا جہاں الفاظ آئے ہیں: ﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَى النِّسَاءِ......﴾ (آیت ۳۴)۔ یہاں اس کی تمہید آ گئی ہے تاکہ یہ کڑوی گولی خواتین کے حلق سے ذرا نیچے اترنی شروع ہو جائے۔ اس آیت کا ترجمہ ایک بار پھر دیکھ لیجیے: ''اور ان کے شوہر اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں لوٹا لیں اس عدت کے دوران میں اگر وہ واقعۃً اصلاح چاہتے ہوں۔ اور عورتوں کے لیے اسی طرح حقوق ہیں جس طرح ان پر ذمہ داریاں ہیں دستور کے مطابق۔ اور مردوں کے لیے ان پر ایک درجہ فوقیت کا ہے۔ اور اللہ زبردست ہے' حکیم ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داریاں عورت کے حوالے کی ہیں' جس طرح کے اس پر فرائض عاید کیے ہیں ویسے ہی اس کو حقوق بھی عطا کیے ہیں۔ یہ دنیا کا مسلّمہ اصول ہے کہ حقوق و فرائض باہم ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اگر آپ کی ذمہ داری زیادہ ہے تو حقوق اور اختیارات بھی زیادہ ہوں گے۔ اگر آپ پر ذمہ داری بہت زیادہ ڈال دی جائے لیکن حقوق اور اختیارات اس کی مناسبت سے نہ ہوں تو آپ اپنی ذمہ داری ادا نہیں کر سکتے۔ جہاں ذمہ داری کم ہو گی وہاں حقوق اور اختیارات بھی کم ہوں گے۔ یہ دونوں

(۱) سنن الترمذی' کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ' باب فضل ازواج النبی۔

چیزیں متناسب (proportionate) چلتی ہیں۔
اب ہم اگلی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں:

آیات ۲۲۹ تا ۲۳۱

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَـكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّآ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـئًا اِلَّاۤ اَنۡ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ۚ وَمَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَآ اَنۡ يَّتَرَاجَعَآ اِنۡ ظَنَّآ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ ۪ وَلَا تُمۡسِكُوۡهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعۡتَدُوۡا ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوۡٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ وَّاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَمَآ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ وَالۡحِكۡمَةِ يَعِظُكُمۡ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۲۳۱﴾ ﴾

آیت ۲۲۹ ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ ﴾ ”طلاق دو مرتبہ ہے۔“
یعنی ایک شوہر کو دو مرتبہ طلاق دے کر رجوع کر لینے کا حق ہے۔ ایک دفعہ طلاق دی اور عدت کے اندر اندر رجوع کر لیا تو ٹھیک ہے۔ پھر طلاق دے دی اور عدت کے اندر اندر رجوع کر لیا تو بھی ٹھیک ہے۔ تیسری مرتبہ طلاق دے دی تو اب وہ رجوع نہیں کر سکتا۔
﴿ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ ﴾ ”پھر یا تو معروف طریقے سے روک لینا ہے یا پھر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دینا ہے۔“
یعنی دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد اب فیصلہ کرو۔ یا تو اپنی بیوی کو نیکی اور بھلائی کے ساتھ

گھر میں روک لو' تنگ کرنے اور پریشان کرنے کے لیے نہیں' یا پھر بھلے طریقے سے' بھلے مانسوں کی طرح اسے رخصت کردو۔

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا﴾ ''اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ بھی واپس لو''

جب تم طلاق دے رہے ہو تو تم نے انہیں جو مہر دیا تھا اس میں سے کچھ واپس نہیں لے سکتے۔ ہاں اگر عورت خود طلاق مانگے تو اسے اپنے مہر میں سے کچھ چھوڑنا پڑ سکتا ہے۔ لیکن جب مرد طلاق دے رہا ہو تو وہ اس میں سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا جو وہ اپنی بیوی کو دے چکا ہے۔ سورۃ النساء (آیت ۲۰) میں یہاں تک الفاظ آئے ہیں کہ اگرچہ تم نے سونے کا ڈھیر (قِنطار) دے دیا ہو پھر بھی اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

﴿اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ﴾ ''سوائے اس کے کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔''

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازدواجی زندگی کے ضمن میں جو اہداف و مقاصد معین فرمائے ہیں' اس کے لیے جو احکام دیے ہیں اور جو آداب بتائے ہیں' فریقین اگر یہ محسوس کریں کہ ہم انہیں ملحوظ نہیں رکھ سکتے تو یہ ایک استثنائی صورت ہے' جس میں عورت کوئی مال یا رقم فدیہ کے طور پر دے کر ایسے شوہر سے خلاصی حاصل کر سکتی ہے۔

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ﴾ ''پس اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ وہ دونوں حدودِ الٰہی پر قائم نہیں رہ سکتے' تو ان دونوں پر اس معاملے میں کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت فدیہ میں دے۔''

یعنی ایسی صورت میں عورت اگر فدیہ کے طور پر کچھ دے دلا کر اپنے آپ کو چھڑا لے تو اس میں فریقین پر کوئی گناہ نہیں۔ مثلاً کسی عورت کا مہر دس لاکھ تھا' وہ اس میں سے پانچ لاکھ شوہر کو واپس دے کر اس سے خلع لے لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ﴾ ''یہ اللہ کی حدود ہیں' پس ان سے تجاوز مت کرو۔''

دیکھئے روزے وغیرہ کے ضمن میں حدود اللہ کے ساتھ ﴿فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ فرمایا تھا۔ یہاں

فرمایا: ﴿فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ۚ﴾ اس لیے کہ ان معاملات میں لوگ بڑے دھڑلے سے اللہ کی مقرر کردہ حدود کو پامال کر جاتے ہیں۔ اگرچہ قانون باقی رہ جاتا ہے مگر اس کی روح ختم ہو جاتی ہے۔

﴿وَمَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ ''اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں سو وہی ظالم ہیں۔''

آیت ۲۳۰ ﴿فَاِنۡ طَلَّقَہَا فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَہٗ ؕ﴾ ''پھر اگر وہ (تیسری مرتبہ) اسے طلاق دے دے تو وہ عورت اس کے بعد اس کے لیے جائز نہیں ہے' جب تک کہ وہ عورت کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے''۔

تیسری طلاق دے چکنے کے بعد اگر کوئی شخص پھر اسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو جب تک وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اور وہ اسے طلاق نہ دے اس وقت تک یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی۔ اسے ''حلالہ'' کہا جاتا ہے۔ لیکن ''حلالہ'' کے نام سے ہمارے ہاں جو مکروہ دھندا مروّج ہے کہ ایک معاہدے کے تحت عورت کا نکاح کسی مرد سے کیا جاتا ہے کہ تم پھر اسے طلاق دے دینا' اس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

﴿فَاِنۡ طَلَّقَہَا﴾ ''پس اگر وہ اس کو طلاق دے دے''

یعنی وہ عورت دوسری جگہ پر شادی کر لے' لیکن دوسرے شوہر سے بھی اس کی نہ بنے اور وہ بھی اس کو طلاق دے دے۔

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِمَاۤ اَنۡ یَّتَرَاجَعَاۤ﴾ ''تو اب کوئی گناہ نہیں ہوگا ان دونوں پر کہ وہ مراجعت کر لیں''

اب وہ عورت اپنے سابقہ شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد عورت کو شاید عقل آ جائے کہ زیادتی میری ہی تھی کہ پہلے شوہر کے ہاں بس نہیں سکی۔ اب دوسری مرتبہ تجربہ ہونے پر ممکن ہے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔ اب اگر وہ دوبارہ اپنے سابقہ شوہر کی طرف رجوع کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے کہ وہ پھر سے نکاح کر لیں۔

﴿اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ یُّقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ ؕ﴾ ''اگر ان کو یہ یقین ہو کہ وہ اللہ کی حدود کی پاسداری کر سکیں گے''۔

ازدواجی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں اور جو احکام دیے ہیں ان کو

بہر حال مدنظر رکھنا ہے اور تمام معاملات پر فائق رکھنا ہے۔

﴿وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، جن کو وہ واضح کر رہا ہے ان لوگوں کے لیے جو علم حاصل کرنا چاہیں۔''

يَعْلَمُوْنَ کا ترجمہ ہے ''جو جانتے ہیں'' یعنی جنہیں علم حاصل ہے، لیکن یہاں اس کا مفہوم ہے ''جو علم کے طالب ہیں''۔ بعض اوقات فعل کو طلب فعل کے معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

آیت ۲۳۱ ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ﴾ ''اور جب تم لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دو اور پھر وہ اپنی عدت پوری کر لیں''

﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ ''تو یا تو معروف طریقے سے انہیں روک لو یا اچھے انداز سے انہیں رخصت کر دو۔''

﴿وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا﴾ ''اور تم انہیں مت روکو نقصان پہنچانے کے ارادے سے کہ تم حدود سے تجاوز کرو۔''

دیکھو ایسا مت کرو کہ تم انہیں تنگ کرنے کے لیے روک لو کہ میں اس کی ذرا اور خبر لے لوں، اگر طلاق ہو جائے گی تو یہ آزاد ہو جائے گی۔ غصہ اتنا چڑھا ہوا ہے کہ ابھی بھی ٹھنڈا نہیں ہو رہا اور وہ اس لیے رجوع کر رہا ہے تاکہ عورت کو مزید پریشان کرے، اسے اور تکلیفیں پہنچائے۔ اس طرح تو اس نے قانون کا مذاق اڑایا اور اللہ کی دی ہوئی اس اجازت کا ناجائز استعمال کیا۔

﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾ ''اور جو کوئی بھی یہ کام کرے گا وہ اپنی ہی جان پر ظلم ڈھائے گا۔''

﴿وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا﴾ ''اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ بنا لو۔''

ضروری ہے کہ احکامِ شریعت پر ان کی روح کے مطابق عمل کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں خاص طور پر ازدواجی زندگی کے ضمن میں بار بار اللہ کے خوف اور تقویٰ کی تاکید کی گئی ہے۔ اگر تمہارے دل اس سے خالی ہوں گے تو تم اللہ کی شریعت کو کھیل تماشا بنا دو گے ٹھٹھا اور مذاق بنا دو گے۔

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور یاد کرو اللہ کے جو انعامات تم پر ہوئے ہیں''

﴿وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ﴾ ''اور جو اُس نے نازل فرمائی تم پر اپنی کتاب اور حکمت۔''

﴿يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ ''وہ اس کے ذریعے سے تمہیں نصیحت کر رہا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمتیں پانے کے بعد بھی اگر تم نے اس کی حدود کو توڑا اور اس کی شریعت کو مذاق بنایا تو پھر تمہیں اس کی گرفت سے ڈرنا چاہیے۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو''

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٣١﴾﴾ ''اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا حقیقی علم حاصل ہے۔''

رمضان المبارک کا خصوصی تحفہ

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی دستاویز

بانی تنظیم اسلامی اور صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ڈاکٹر اسرار احمد

کی مقبول عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

خود پڑھیے ——— دوست احباب کو تحفہ میں دیجیے!

اشاعت خاص: 30 روپے　　اشاعت عام: 15 روپے